ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

ملتان: تاریخ، تہذیب اور ثقافت کے آئینے میں

Multan: In The Mirror of History, Civilization and Culture

محمد عثمان
ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان
سیدہ شہر بانو
ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر سامیہ کومل
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

Muhammad Usman
M.Phil. Scholar, Department of Urdu, Emerson University, Multan
muhammadusman.eumurdu@gmail.com
Syeda Shehar Bano
M.Phil. Scholar, Department of Urdu, Emerson University, Multan
syedasheharbano448@gmail.com
Dr. Samia Komal
Assistant Professor, Department of Urdu, Emerson University Multan, Multan, Pakistan.
samia.komal@eum.edu.pk

Article Details
Received:
February 28, 2026
Accepted:
March 15, 2026
Online Published:
March 30, 2026

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Multan is an ancient city rich in history, civilization, and culture. Its antiquity can be gauged from the extensive list of names this region has borne across different eras. According to certain traditions, traces of the city's existence date back to the expulsion of Adam from Paradise and the Great Flood of Noah. According to Ibn-e-Hanif, modern-day Multan is the ancient 'Maluha Des', which has been repeatedly mentioned in Iraqi inscriptions dating back four to five thousand years. Regarding its geographical boundaries, there was a time when the Ravi River flowed at the feet of Multan, and the city held its own provincial status. However, during the British rule in 1849, Multan's distinct provincial status was abolished. Mystics and Sufis migrated to this land from afar and completely immersed themselves in the essence of Multan; owing to these blue-robed (Azraq Posh) and dark-robed (Kabood Posh) Sufis, this region is recognized worldwide as the "Land of Saints" (Sarzameen-e-Auliya). The region of Multan stands as living proof of a vibrant civilization where various religions including Hinduism, Buddhism, Jainism, and Islam have flourished.

Key words: Antiquity of Multan, Provincial Status, Geography of Multan, Land of Saints (Sarzameen-e-Auliya) , Multilingualism , Religious Influences.

ملتان ایک قدیم شہر ہے۔ جس قدر یہ شہر قدیم ہے اتنی ہی اس کی تاریخ قدیم ہے۔ اس خطے کی قدامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مختلف ادوار میں اس شہر کے جو نام رہے ہیں ان کی ایک لمبی فہرست بنتی ہے۔ چند روایات کے مطابق جب آدمؑ کو جنت بدر کیا گیا تھا تب بھی یہ شہر موجود تھا اور طوفان نوح کے وقت بھی اس شہر کے ہونے کے بھی اثرات ملے ہیں۔ محمد اسلم میتلا نے "ملتان نامہ" میں منشی عبد الرحمٰن خان کی کتاب "ملتان ذیشان" سے عبارت نقل کی ہے جو عربی حدیث کا ترجمہ ہے۔ ابن الفقیہ الحمدانی (متوفی ۲۷۹ھ) نے حضرت علی ابن ابی طالب، امام محمد بن علی الباقر اور امام جعفر صادق کی روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا۔

> "نیز حدیث میں ہے کہ آدمؑ ہند میں سراندیپ (لنکا) پہاڑ پڑا تارے گئے اور حوا جدہ میں اور ابلیس مسیان میں سانپ اصفہان میں۔" (۱)

اس بات کی تلاش حفیظ خان نے بھی کی ہے اور وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسیان ہی ملتان کا اولین نام ہے۔

> "ان تمام آراء کو پیش نظر رکھیں جو اپنے تئیں تحقیقی نوعیت ہی کی ہیں تو میرے نزدیک "مسیان" وہ نام ہے جو ملتان کے اولیں باشندوں کی باقاعدہ بود و باش سے بھی پہلے کا ہے۔" (۲)

تاریخ لکھنا ایک انتہائی مشکل عمل ہے اور بات جب کسی قدیم شہر یا خطے کی ہو تو معاملات اور بھی کٹھن ہو جاتے ہیں۔ ہمارا مؤرخ جب کسی شہر کی تاریخ لکھتا ہے۔ اس کی قدامت کی جڑیں تلاش کرتا ہے یا اس کے قدیم ناموں کی چھان پھٹک کرتا ہے تو اپنے دلائل کو مضبوط بنانے کے لیے وہ قدیم دور کے سیاحوں کی تحریروں سے استفادہ کرتا ہے۔ ان کے سفر ناموں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے عقلی اور توجہی دلائل کو سیاحوں کے فن پاروں کے ساتھ لازم و ملزوم کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح شہر ملتان کی قدامت کو بھی سامنے لانے میں سیاحوں کا ایک اہم کردار ہے۔ مشہور مؤرخ البیرونی ایک اہم نام ہے جس کو منشی عبد الرحمٰن خان، حفیظ خان، محمد اسلم میتلا ایسے ملتان کے تاریخ دانوں نے حوالے کے طور پر پیش کیا۔

> "مشہور مؤرخ البیرونی کے مطابق جب وہ گیارہویں صدی عیسوی کے آغاز ۱۰۱۰ء میں ملتان آیا تو یہاں کے لوگ اس شہر کو دو لاکھ سولہ ہزار چار سو تیس برس قدیم سمجھا کرتے تھے۔ بالکشن بترہ کی "تاریخ ملتان" کے مطابق نرسنگھ بھگوان کے واقعہ کو تیس لاکھ سال گزرے اور ملتان شہر اس سے پہلے بھی آباد تھا۔ جب کہ تاج الدین مفتی کی تحقیق کے مطابق یہ شہر طوفانِ نوح کے وقت بھی آباد تھا۔" (۳)

معلوم شدہ تاریخیں ملتان کی قدامت کو اس حد تک واضح کرتی ہیں کہ دس ہزار سال پہلے آریا وادیٔ سندھ آئے اور انہوں نے ملتان کو آباد کیا اور ہندوؤں کی متبرک کتاب "رگ وید" جو علم انسانی کی قدیم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے وہ خطہ ملتان کے دریاؤں کے کناروں پر ہی مکمل ہوئی۔ مؤرخین نے رگ وید کا زمانہ چھ ہزار سال سے آٹھ ہزار سال قبل مسیح بتایا ہے۔ یہاں پر سوال یہ بنتا ہے کہ جب آریا یہاں آئے اور رگ وید کی تخلیق کا عمل شروع ہوا تو اس وقت اس خطے کا نام کیا تھا؟

"اس زمانے میں ملتان کا کیا نام تھا، کچھ خبر نہیں کوہ ہندو کش سے اترنے والے آریاؤں نے اسے "سپت سندھو" یا "سپتا سندھو" کے نام سے اس لیے پکارا کہ یہ شہر بتدریج سات دریاؤں کے آنگن میں واقع تھا۔"(۴)

رفعت عباس نے ان سات دریاؤں کے بیچوبیچ میں بسے شہر کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

ست ست ندیاں وہندیاں رہ گن ساڈے چار چفیروں
ساڈے قصاں وچوں پاٹی گولیا ونج سگداہے (۵)

(سات سات ندیاں بہتی رہی ہیں ہمارے چاروں طرف

ہمارے قصوں میں سے پانی تلاش کیا جا سکتا ہے)

بقول منشی عبد الرحمٰن خان کے مطابق جب آریا وادیٔ سندھ پہنچے تو انہوں نے ملتان کو آباد کیا۔ جبکہ حفیظ خان کہتے ہیں جب آریا قوم کے لوگ وادیٔ سندھ پہنچے تو یہ شہر اس سے پہلے آباد تھا۔ یوں اس خطے کی قدامت کے ساتھ ساتھ ناموں کی تبدیلی کی بھی ایک روایت چلتی رہی ہے۔ ملتان کے محقق ابنِ حنیف اپنی کتاب "سات دریاؤں کی سرزمین" میں ملتان شہر کو ساڑھے چار سے پانچ ہزار سال قدیم بتاتے ہیں اور اس قدیمی شہر کا نام ابنِ حنیف "ملوہہ" بتاتے ہیں۔ جس کا ذکر ہزاروں سال پہلے عراقی کتبوں اور تحریروں میں ملوہہ، ماگان، اور دلمون کا کثرت سے ایک ساتھ ذکر ملتا ہے۔ ابن حنیف کے مطابق قدیم ملوہہ دیس ہی آج کا ملتان ہے۔

"ملی قبائل کی نسبت یا کسی اور وجہ سے شاید ملتان کے نام کے سبب، وسطی اور غالباً زیریں پنجاب کا بھی ایک بہت بڑا علاقہ ملوہہ کہلاتا تھا۔ اور یہ ملوہہ وہی علاقہ تھا جس کا ذکر عراق کے قدیم کتبوں میں بار بار آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ملتان شہر کا نام بھی اس زمانے میں یعنی آج سے کوئی ساڑھے چار پونے پانچ ہزار برس پیشتر ملوہہ، یا اس سے ملتا جلتا ہی کچھ تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملتان کے اس قدیم نام ملوہہ کے نام پر ہی عظیم الشان اور مرکزی شہر کے زیر اثر سارے علاقے کا نام ملوہہ ہو۔"(۶)

یوں اس طرح اس قدیم خطے کو ہر دور میں ایک خاص نام ملا۔ جس سے وہ دور اور شہر کے بدلتے نام آج بھی تاریخ کی کتب میں محفوظ ہیں۔ وہ دور کسی شخص کے نام کے ساتھ موسوم ہوتا تھا اور وہی شہر کا نام بھی پڑ جاتا تھا۔ ان ناموں اور ادوار کو مورخین نے تاریخ کی کتابوں میں تفصیل اور مدلل بحث کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ملتان کی تاریخ اور وجہ تسمیہ کی ایک لمبی بحث ہے۔ تاریخ کی بحث میں الجھے بغیر یہاں صرف نام گنوانا ہی کافی ہو گا۔ محمد اسلم مہتلا نے "ملتان نامہ" میں اس ترتیب کو کچھ یوں بیان کی ہے، مسیان، کشب پورہ، پرہلاد پورہ، سنب پورہ، مترون، ہنس پورہ، بھاگ پورہ، شام پورہ، مالستھان پورہ، مول استھان پورہ، مولوسان پورہ، مولتارن کنگم کا خیال ہے کہ موجودہ ملتان مالی استھان پورہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو بعد میں ملی تھان کہلاتا رہا۔ ملتان کے لیے ملتان کا لفظ بطور نام اگر تاریخی کتب کی بات کی جائے تو وہ سب سے پہلے چچ نامہ میں ملتا ہے۔(۷) مسیان سے ملتان تک کے سفر کو حفیظ خان نے بھی "ملتان نصف جہان" میں پیش کیا ہے۔ اساطیری حوالوں سے ملتان کا ایک اور نام جو مسیان اور سپت سندھو کے بعد سامنے آتا ہے وہ کشب پورہ ہے جو راجہ ہرنا

کشب سے منسوب تھا راجہ ہرناکشب کے مرنے کے بعد راجہ پرہلاد تخت پر بیٹھا تو پرہلاد پورہ ہو گیا اور پرہلاد کے پوتے بانا کو راجہ سنبہ نے شکست دی تو ملتان کا نام سمبا پورا ہو گیا راجہ سمبا کو کوڑھ کا مرض ہو گیا تھا اس سے شفایابی کے بعد اس نے سورج دیوتا کا سونے کا بت بنوا کر آدتیہ استھان کے مندر میں رکھوایا اس مناسبت سے اس سے مترون کے نام سے بھی پکارا جانے لگا حضرت نوح کے پوتے ہنس کی نسبت سے "ہنس پورہ" کہا گیا۔ لالہ حکم چند کی تواریخ ملتان کے مطابق ملتان شہر ایک بار اجڑ گیا تھا اس کو بھاگ کشن نام کے راجہ نے آباد کیا تو اس کا نام بھاگ پورہ ہو گیا۔ زیادہ معتبر اور مضبوط سمجھی جانے والی رائے جس پر کافی اتفاق پایا جاتا ہے کہ آدتیہ استھان مندر میں رکھے گئے سورج دیوتا کی شہرت کی وجہ سے اس شہر کا نام سنب پورہ کے بعد "مولستان پورہ" کہلایا جاتا رہا۔ پھر کثرتِ استعمال سے "مولتان" اور آخر میں ہوتے ہوتے "ملتان" ہو گیا۔ (۸) البیرونی کی "کتاب الہند" کے مطابق آج کا ملتان مول استھان کی ارتقائی شکل ہے۔

> "اس قدیم شہر کے بہت نام ہیں۔ آخری نام مول استھان ہوا۔ اس سے مولستان اور پھر کثرتِ استعمال سے مولتان ہو گیا۔" (۹)

خطہ ملتان جغرافیائی لحاظ سے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے ایک میدانی علاقہ ہے جس کی مٹی بہت زرخیز ہے۔ یہ دریاؤں کی سرزمین ہے۔

> "ضلع ملتان بشکلِ مثلث طول بلد ۷۱، ۳۱ اور عرض بلد ۱۲، ۳۰ کے قیام اتصال پر واقع ہے۔ یہ ایک میدانی علاقہ کا نقطہ پرکار ہے۔ جو ازمنۂ قدیم میں مغرب میں کوہستان نمک بحرہ عرب تک۔ شمال میں کوہ ہمالیہ تک۔ جنوب اور مشرق ریگزاروں تک پھیلا ہوا تھا۔" (۱۰)

اگر منشی عبدالرحمٰن خان کی اس بات کو مدنظر رکھیں تو یہ خطہ موجودہ ملتان شہر سے بڑا خطہ ہے۔ جس طرح منشی عبدالرحمٰن نے ملتان کا حدود اربع کھینچا ہے۔ اس کی مغربی حدود کو کوہستان نمک اور بحرہ عرب تک ملا دیا ہے جس سے یہ واضح ہے کہ یہ آج کا ملتان نہیں ہے۔ اب حفیظ خان کی بات کو سامنے رکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔

> "وادیٔ سندھ کے مرکز میں واقع دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شمار ہونے والا یہ شہر اپنی معلوم ابتداء میں دریائے راوی کو اپنے قدموں میں جگہ دیا کرتا تھا۔ صدیوں کی خاک پر استوار شہر کا مرکزی قلعہ اپنی جگہ مگر تقریباً چھ صدیاں قبل دریائے راوی کے رخ بدل جانے کے بعد ملتان کے نام سے جانے جانا والا یہ زندہ شہر دریائے چناب کی گولائی کی آغوش کے قریب در آیا۔" (۱۱)

یہاں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ملتان وادی سندھ کے مرکز میں واقع ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے ملتان وادیٔ سندھ کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر ان دو مؤرخین کی رائے کے ساتھ محمد اسلم مہتلا کی رائے کو بھی شامل کر لیا جائے تو ساری الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں۔

"آغاز اسلام کے دور میں سندھ میں رائے سہارس کی حکومت تھی جس کا دار السلطنت الوار تھا۔ رائے سہارس کے انتقال کے بعد راجہ شری ہرش حاکم بنا اور اس کے عہد میں سندھ کی حکومت چار صوبوں میں منقسم تھی۔ (۱) برہمن آباد (۲) سیوستان (۳) اسکلندہ (۴) ملتان" (۱۲)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ملتان کو وادیٔ سندھ سے الگ نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بات واضح ہے کہ ملتان کی ایک الگ صوبائی شناخت ہمیشہ سے رہی ہے۔ ملتان کی صوبائی حیثیت انگریز دور میں ختم ہوئی ۱۸۴۹ء میں ملتان کی صوبائی حیثیت کو ختم کیا گیا اور آج تک گورے کے جانے کے بعد بھی وہی نظام چلا آ رہا ہے۔ آج اگر سرائیکی وسیب کے لوگ اپنا الگ صوبہ مانگتے ہیں تو دراصل وہ ۱۸۴۹ء میں اپنی کھوئی ہوئی الگ شناخت واپس چاہتے ہیں۔

"اکبر نے ۱۵۷۲ء سے ۱۵۸۰ء کے درمیان انتظامی اصلاحات کیں اور ہندوستان کو بارہ صوبوں میں تقسیم کیا تو ملتان صوبہ تھا۔۔۔ ملتان کی صوبائی حیثیت ۱۸۴۹ء میں انگریز سامراج کے قبضے پر ختم ہوئی اور ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد بھی یہ سامراجی نظام جاری ہے۔" (۱۳)

اسی بات کے ساتھ سرائیکی صوبے کا نظریہ بھی جڑا ہوا ہے۔ ملتان ایک قدیم اور تہذیبی شہر ہے۔ جس کی قدامت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ملتان کی تہذیب و ثقافت اتنی ہی پرانی ہے کہ جتنا انسان خود پرانا ہے ملتان کی تہذیب ایک زندہ تہذیب ہے جس میں دوسری تہذیبوں کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جو تہذیبیں اور زبانیں سیال نہیں ہوتیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اثر قبول نہیں کرتیں ان کی زندگی بہت کم ہوتی ہے۔ دنیا میں بہت سی تہذیبیں پروان چڑھیں اور ختم ہو گئیں۔ آج صرف تاریخ کی کتابوں میں ان کا نام ملتا ہے۔ لیکن ملتان شہر کئی بار اجڑا اور آج بھی اسی شان کے ساتھ موجود ہے کیونکہ اس کی زندہ تہذیب نے اسے مرنے نہیں دیا۔

"جب ہم ملتان کی ثقافت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے شہر ملتان یا مضافات یا نواحیاتِ ملتان مراد نہیں ہوتے بلکہ وادیٔ سندھ اور چناب کے درمیان کے وہ تمام علاقے مراد ہوتے ہیں جہاں جہاں ملتانی زبان، ملتانی شعر و ادب اور ملتانی تہذیب و ثقافت کا اثر نفوس رہا ہے۔" (۱۴)

اب وادیٔ سندھ کے خطے کی حدود کا تعین کرنا بہت ضروری ہے یہ جاننے کے لیے کہ وادیٔ سندھ کا حدود اربع کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔

"وادیٔ سندھ کی تہذیب شمالی افغانستان سے موجودہ پاکستان انڈیا کے مغربی بارڈر اور گجرات تک پھیلی ہوئی ہے۔" (۱۵)

لاہور بھی Indus Valley کا حصہ ہے اور بھرانا جو ہریانہ میں ہے وہاں ایک Side دریافت ہوئی ہے جو نو ہزار سال پرانی ہے۔ اس کو بھی Indus Valley میں شامل کرتے ہیں اور اسے Indus Sarswati Civilization کہتے ہیں۔ اس سے آگے پھر

گنگا، جمنا کی تہذیبیں ہیں جو اس کے بعد کی تہذیبیں Post Indus Valley Civilization ہیں اس سے پہلے Indus valley Civilization ہے جو تہذیبوں کی ماں ہے۔ جس پر میسوپوٹیمیا، بیبی لون، ایجپ، انڈیا، چائنہ، ساری تہذیبوں کے اثرات موجود ہیں۔ اس پورے خطے کے کلچر کو ہم Eclectic کلچر کہتے جو بہت سارے کلچرز کو جوڑتا ہے۔ (۱۶) ہر تہذیب کا اپنا ایک خاص رنگ ہوتا ہے۔ ایک خاص طرز زندگی کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن وادئ سندھ کی تہذیب ان سب چیزوں سے ماوراء ہے۔ سندھ وادئ میں رنگ، نسل، اور دھرم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ وہ تمام خطے جو مل کر وادئ سندھ کی تہذیب کو جنم دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک ملتان بھی ہے یہ سندھ وادی کی تہذیب کا ہی اثر ہے کہ رنگ، نسل اور دھرم کی ماورایت نے ملتان کی تہذیب کو مرنے نہیں دیا۔ ملتان کی تہذیب کی ایک اہم چیز رواداری ہے جو شاید ہمیں کہیں اور دیکھنے کو نہ ملے۔

> "ملتان کی آب و ہوا ٹھوس اور غیر متزلزل تہذیب کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر نئے آنے والے کو اپنے مخصوص رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ چنانچہ آج وہ سب لوگ ملتانی ہیں جو کچھ تو گردیز سے آئے تھے اور کچھ گیلان سے، کچھ رہتک سے آئے تھے اور کچھ حصار سے۔ ملتان نے گردیز اور گیلان اور رہتک اور حصار کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔" (۱۷)

وہ ملتانی رنگ کیا ہے؟ جس نے آنے والے تمام لوگوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ دراصل وہ ملتان کا "نیلا رنگ" ہے یہاں کے نیل کا؛ تصوف ازرق پوش، کبود پوش صوفیاء کا؛ تہذیب و ثقافت کا رنگ ہے۔ صوفیاء کرام باہر سے آئے تھے اور ملتان کے رنگ میں رنگ گئے۔ ملتان کی سرزمین کو ہمیشہ کے لیے اپنا مسکن بنایا صوفیاء کرام کے مزارات پر کاشیگری، نقاشی کے فن پارے اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آج اسی نسبت سے اس شہر کو سرزمین اولیاء بھی کہا جاتا ہے۔

ایں شہر دے ہن سبھو رنگ عجب
سبھو رنگ عجب ایں شہر دے ہن
اے پینگھ سلامت رنگیں دی
کوئی رنگ اَساکوں لا چھوڑو (۱۸)

(اس شہر کے ہیں سب رنگ عجب

سب رنگ عجب اس شہر کے ہیں

یہ قوس قزح سلامت رنگوں کی

کوئی رنگ ہمیں لگا دو)

جس طرح نیلا رنگ اطمینان کا سکون کا رنگ ہے اسی طرح یہ خطہ اور یہاں کے لوگ بھی امن پسند ہیں۔ اس خطے کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہاں تو حملہ آور آتے رہے ہیں لیکن یہاں کے لوگوں نے کسی علاقے یا خطے پر حملہ نہیں کیا بلکہ صرف اپنا دفاع کرتے

رہے۔ یہاں پر آریا آئے یونانی، عرب آئے سکھوں نے یہاں پر حملہ کیا اور لوٹ مار کرتے رہے اور یہ اپنے اس قدیمی شہر کی حفاظت کرتے رہے۔

خلقت اپڑا شہر بچایا اپڑے سر دے سانگے
قسمت اپڑے آپ سکندر تھیندی آندی اے (۱۹)

(خلقت اپنا شہر بچایا اپنے سر کے صدقے

قسمت اپنے آپ سکندر ہوتی آرہی ہے)

ملتان کے لوگوں نے حملہ آوروں کا دفاع تو کیا لیکن کسی علاقے پر پہلا وار ملتانیوں کی طرف سے نہیں ہوا۔ ایک تیر ملتانیوں نے یونانیوں کو مارا تھا۔ جو سکندر مقدونی کو جالگا اور اس تیر کی ہی وجہ سے سکندرِ اعظم کی موت واقع ہو گئی اس ایک تیر کی وجہ سے بھی ملتانی آج تک شرمندہ ہیں۔ رفعت اپنی انٹرویو کی کتاب "مقامی آدمی کا موقف" میں کہتے ہیں۔

> "یہی فرق ہے دیوتا اور انسان میں۔ یہی فرق ہے حملہ آور اور زمیں زاد میں۔ اگر سکندر مقدونی بھی اس پہ دوبارہ حملہ نہ کرنے کا وعدہ دے تو اُسے لگا ہوا ہم اپنا تیر واپس لے سکتے ہیں۔ یہی ہماری اساطیر کا تسلسل ہے۔ یہی قوت ہے کہ ہم ماضی کو بدل سکتے۔"(۲۰)

جب حملہ آوروں نے اس خطے پر حملہ کیا تو مقامی لوگوں کے قتلِ عام کے ساتھ ساتھ ہماری برسوں پرانی میراث کو بھی شدید نقصان پہنچایا ہماری دیواروں، عمارتوں کو بھی نقصان پہنچایا جو ہماری برسوں پرانی تہذیب کے نشان ہیں۔ جس کی طرف شمیم عارف قریشی نے اشارہ کیا ہے۔

توپ چلی تاں لٹھیاں دی وت جھار اُڈی
درگاواں دا مونہہ متھا پیا ڈھاندا ہے (۲۱)

(توپ چلی تو لٹھوں کا بھی پھر غول اُڑا

درگاہوں کا منہ ماتھا گر رہا ہے)

اولیاء کرام کے آنے سے پہلے یہاں پر دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ایک عرصے سے رہتے آئے ہیں جن میں ہندومت، بدھ مت شامل ہیں۔ اسلام سے پہلے ملتان ہندو تہذیب کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ جس کے اثرات ہمیں سورج کنڈ اور پرہلاد مندر کی صورت میں بھی ملتے ہیں۔

"سرزمین ملتان کی قدامت ایک مسلمہ امر ہے۔ یہاں مختلف نسلوں کے لوگ وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ اور یہاں سکونت پذیر ہو گئے۔ نجانے کتنی ہی تہذیبیں پروان چڑھیں اور زوال پذیر ہوئیں۔ مذاہب کا بھی یہی حال ہے۔ ہندومت، بدھ مت، اسلام اور پر اسلام کے مختلف فرقوں کے افراد یہاں حکمران نظر آتے ہیں۔ تمام قدیم مذاہب جن میں بت پرستی رائج تھی ان میں سورج کو ایک خاص اہمیت ہی نہیں بلکہ تقدس کا ایک درجہ حاصل تھا۔"(۲۲)

مذاہب کے ساتھ ساتھ یہ خطہ زبانوں کا بھی ایک خوبصورت گلدستہ رہا ہے۔ اس شہر میں آج بھی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں عربی، فارسی، ہریانوی، میواتی، پنجابی، اردو وغیرہ ہیں۔ سرائیکی تو یہاں کی مقامی زبان ہے۔ جس کو پہلے ملتانی زبان بھی کہا جاتا رہا۔ سرائیکی زبان کی خاص بات یہ ہے کہ اس زبان کا بولنے والا ہر زبان کے الفاظ کی ادائی کر سکتا ہے۔ فرخ دورانی نے ملتانی زبان پر بہت خوبصورت رائے دی ہے۔

"ملتانی زبان و ادب کا ذکر کرتے وقت میرا یہ دعویٰ ہے کہ پاک و ہند میں بولی جانے والی کوئی زبان بھی ملتانی سے زیادہ قدیم، ملتانی سے زیادہ وسیع اور ملتانی سے زیادہ میٹھی نہیں۔ (۲۳)"

ملتان میں شعر و ادب اور بولی جانے والی زبانوں میں سرائیکی اور اردو زبان کی شرح باقی زبانوں سے زیادہ ہے لیکن جو بھی زبانیں یہاں بولی جاتی ہیں جن میں شاعری کی گئی ہے۔ تو اس میں ملتان کی جھلک، ملتان سے محبت ضرور نظر آتی ہے۔ مختلف زبانوں کی شاعری میں شعرا حضرات نے ملتان سے اور اِس سرزمین کی مٹی سے محبت کو بڑے عقیدت اور احترام کے ساتھ پیش کیا ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی:

ملتان　ما　بجنت　اعلیٰ　برابر　است
آہستہ　پابنہ　کہ　ملک　سجدہ　می　کنند　(۲۴)

ملتان اولیاء کی نسبت سے پاک سرزمین ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی عقیدت میں ملتان کی سرزمین کو جنت سے بھی اعلیٰ قرار دیتے ہیں اور یہاں پر قدم آہستہ رکھنے کی تلقین کرتے ہیں کیوں کہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں فرشتے بھی سجدہ کرنے کے لیے اترتے ہیں۔ بقول اسد ملتانی ملتان کے لوگ سادہ دل والے ہیں جن کی زبان میٹھی ہے مہمان نواز لوگ ہیں یہ یہاں کے لوگوں کا خاصا ہے۔ اسی وجہ سے اسد ملتانی کا شعر پڑھتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اسد ملتانی باہر سے آنے والے لوگوں کا بازو کھول کر استقبال کرتے ہیں انہیں گلے سے لگاتے ہیں۔ اسد ملتانی:

اہلِ　ملتان　از　تکلف　بے　نیاز
سادہ　دل　شیریں　زباں　مہمان　نواز　(۲۵)

ملتان اپنی چار چیزوں کی وجہ سے مشہور ہے جو اب اس کی علامت بن گئی ہیں۔ بقول محمد اسلم مبتلا، ملتان شہر پرانے وقتوں میں فصیل کے اندر تھا۔ کاشت کاری شہر سے باہر ہوتی تھی دور دور تک خالی زمین ہی نظر آتی تھی۔ جب آندھی چلتی تو فطری بات ہے دھول مٹی بھی اُڑتی تھی۔ شہر فصیل میں ہونے کی وجہ سے قبرستان شہر کے باہر تھا قبرستان عام طور پر نادار اور مفلس لوگوں کا مسکن بن جاتے

ہیں جب باہر سے کوئی بھی شخص شہر میں داخل ہوتا تو سب سے پہلے اس کی ملاقات انہی گداگروں سے ہوتی انہی حالات کی وجہ سے کسی عربی شاعر نے یہ شعر کہا جس کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ اس شعر کہنے والے کا نام تو کسی نے واضح نہیں کیا لیکن یہ شعر اب اس ملتانی فضاء میں اتنا گھل مل گیا ہے کہ اپنا سا لگتا ہے۔

چہار　　چیز　　است　　تحفہء　　ملتاں
گرد　　گرما　　گدا　　و　　گورستاں　　(۲۶)

یہ شعر اتنا مشہور ہے کہ انگریزی کتب میں بھی مل جاتا ہے۔ David Ross نے بھی اپنی کتاب "*The Land Of Five Rivers And Sindh*" میں اس شعر کو پیش کیا ہے۔

With four rare things Multan abounds-

Heat, beggars, dust, and burial grounds.(۲۷)

سرزمین اولیاء سرزمین باوفا ملتان کی فضا اپنے آپ میں ایک شہکار ہے۔ جس کی طرف ارشد ملتانی نے اشارہ کیا ہے۔ ارشد ملتانی یہاں کی مٹی سے ایسی بے لوث محبت کرتے ہیں کہ یہاں تک کہے دیتے ہیں اگر وفا ڈھونڈنی ہے تو دنیا جہان کی خاک چھان لو جو وفا اور محبت ملتانیوں میں ملے گی وہ کہیں نہیں۔ ارشد ملتانی:

ڈھونڈے　　سے　　بھی　　نہ　　پاؤ　　گے　　ارشد　　جہاں　　میں
خوئے　　وفا　　و　　مہر　　جو　　ملتانیوں　　میں　　ہے　　(۲۸)

شمیم عارف قریشی:

کل　　عالم　　دا　　میلہ　　اُمدے　　دل　　اپݨے　　دے　　اندر
دل　　اپݨے　　کوں　　سینے　　دھرتے　　مول　　اِستھان　　کیتوسے　　(۲۹)

(تمام دنیا کا میلہ لگتا ہے دل اپنے کے اندر

دل اپنے کو سینے پر رکھ کر مول استھان (ملتان کا پرانا نام) کیا ہے)

رفعت عباس نے تو ملتان سے محبت اور عقیدت میں انتہا کر دی اور ساتھ میں اس محبت کرنے کی logic بھی پیش کرتے ہیں یہ شہر ہمارے اجداد کا شہر ہے ہمارا پانچ ہزار سالہ ورثہ یہاں دفن ہے آباؤاجداد سے محبت ہونا بھی زندگی کا حصہ ہے۔ رفعت عباس کی اس logic کو ماننے کا دل بھی کرتا ہے۔ رفعت عباس:

ایں پراݨے شہر اندر رجے عشق نہ تھیوے رفعت
پنج ہزار ورہیں داساڈے اورثہ کیڑھے لیکھے (۳۰)

(اس پرانے شہر کے اندر بھی عشق نہ ہو رفعت
ہمارا پانچ ہزار سالوں کا ورثہ پھر کس کھاتے)

حوالہ جات

۱۔ محمد اسلم مبتلا، ملتان نامہ، ملتان، سرائیکی ریسرچ سنٹر، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص:۱۷

۲۔ حفیظ خان، ملتان نصف جہان (زمانۂ قدیم سے ۱۱۷۶ء تک کی مستند تاریخ)، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اپریل، ۲۰۱۷ء، ص:۵۵، ۵۶

۳۔ ایضاً، ص:۲۱، ۲۲

۴۔ ایضاً، ص:۲۲

۵۔ رفعت عباس، ایں نارنگی اندر، ملتان: خمیس یاترا، مارچ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۸۳

۶۔ ابنِ حنیف، سات دریاؤں کی سرزمیں، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء، ص:۱۹۵

۷۔ محمد اسلم مبتلا، ملتان نامہ، ص:۱۸، ۱۹، ۲۰

۸۔ حفیظ خان، ملتان نصف جہان، زمانۂ قدیم سے ۱۱۷۶ء تک کی مستند تاریخ، ص ۲۳:، ۲۴

۹۔ ایضاً، ص:۲۵

۱۰۔ منشی عبدُالرحمٰن خان، ایک تاریخ، ایک یادداشت؛ ایک تعارف، ایک تجزیہ، ایک تبصرہ: آئینہ ملتان، ملتان، مکتبہ اشرف المعارف، چہلک، سن اشاعت ندارد، دباچہ: ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)، ص:۲۸

۱۱۔ حفیظ خان، ملتان نصف جہان، زمانۂ قدیم سے ۱۱۷۶ء تک کی مستند تاریخ، ص:۲۱

۱۲۔ محمد اسلم مبتلا، ملتان نامہ، ص:۱۰۶

۱۳۔ رانا محبوب اختر، سِندھ گلال، سمبارا سے شاہ لطیف تک، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص:۳۳۳

۱۴۔ فرخ درانی، ''شہر کا سماجی اور ثقافتی ارتقاء''، مشمولہ: ملتان، تصوف، ادب و ثقافت کے آئینے میں، مرتب، خلیل احمد، لاہور، فِکشن ہاؤس، جنوری، ۲۰۲۱ء، ص:۲۷۳

۱۵۔ رانا محبوب اختر، سِندھ گلال، سمبارا سے شاہ لطیف تک، ص:۴۱

۱۶۔ رانا محبوب اختر سے راقم الحروف کی بالمشافہ گفتگو، ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء، بامقام ایمرسن یونیورسٹی ملتان، وقت دن ۱۲:۳۰

۱۷۔ فرخ درانی، ''شہر کا سماجی اور ثقافتی ارتقا''، مشمولہ: ملتان، تصوف، ادب و ثقافت کے آئینے میں، مرتب، خلیل احمد، ص ۲۷۴، ۲۷۵۔

۱۸۔ شمیم عارف قریشی، نیل کتھا، ملتان، جھوک پبلیشرز، ۲۰۰۸ء، ص:۹۲

۱۹۔ شمیم عارف قریشی، نیل کتھا، ص:۴۱

۲۰۔ منور آکاش، مقامی آدمی کا مُوقف، رفعت عباس سے ایک مکالمہ، لاہور، فکشن ہاؤس، دسمبر ۲۰۱۷ء، ص:۳۸

۲۱۔ شمیم عارف قریشی، نیل کتھا، ص:۴۴

۲۲۔ محمد اسلم میتلا، ملتان نامہ، ص:۲۹

۲۳۔ فرخ درانی، ''شہر کا سماجی اور ثقافتی ارتقاء''، مشمولہ، ملتان، تصوف، ادب و ثقافت کے آئینے میں، مرتب، خلیل احمد، ص:۲۷۳

۲۴۔ محمد اسلم میتلا، ملتان نامہ، ص:۳۱۳

۲۵۔ ایضاً، ص:۳۱۴

۲۶۔ ایضاً، ص:۱۹۷

27. David Ross, The Land of the Five Rivers and Sindh, London, 1883, P:83

۲۸۔ ارشد ملتانی، کلیات، خوئے وفا و مہر، مرتب، سُمیہ ولی خاں، نگران: ڈاکٹر روبینہ ترین، ڈاکٹر ممتاز کلیانی، ملتان: شعبہ اردو، زکریا یونیورسٹی، جنوری، ۲۰۰۶ء)، ص:۶۰

۲۹۔ شمیم عارف قریشی، نیل کتھا، ص:۳۸

۳۰۔ رفعت عباس، ایں نارنگی اندر، ص:۲۱۲

References in Roman Script:

1. Muhammad Aslam Maitla, Multan Nama, Multan: Saraiki Research Centre, Bahauddin Zakariya University, 2005, p. 17.
2. Hafeez Khan, Multan Nisf Jahan (Zamana-e-Qadeem Se 1176 Tak Ki Mustanad Tareekh), Islamabad: National Book Foundation, April 2017, pp. 55–56.
3. Ibid., pp. 21–22.
4. Ibid., p. 22.
5. Riffat Abbas, Ain Narangi Andar, Multan: Khamees Yatra, March 2012, p. 183.
6. Ibn-e-Hanif, Saat Daryaon Ki Sarzameen, Lahore: Fiction House, 2017, p. 195.
7. Muhammad Aslam Maitla, Multan Nama, pp. 18–20.
8. Hafeez Khan, Multan Nisf Jahan (Zamana-e-Qadeem Se 1176 Tak Ki Mustanad Tareekh), pp. 23–24.
9. Ibid., p. 25.
10. Munshi Abdul Rahman Khan, Ek Tareekh, Ek Yad Dasht; Ek Taaruf, Ek Tajziya, Ek Tabsara: Aina-e-Multan, Multan: Maktaba Ashraf-ul-Maarif, Chahlik, n.d. (Preface dated 31 December 1971), p. 28.
11. Hafeez Khan, Multan Nisf Jahan (Zamana-e-Qadeem Se 1176 Tak Ki Mustanad Tareekh), p. 21.
12. Muhammad Aslam Maitla, Multan Nama, p. 106.
13. Rana Mehboob Akhtar, Sindh Gulal: Sumbara Se Shah Latif Tak, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2024, p. 333.
14. Farukh Durrani, “Shehar Ka Samaji Aur Saqafati Irtiqa,” in Multan: Tasawwuf, Adab-o-Saqafat Ke Aaine Mein, ed. Khalil Ahmad, Lahore: Fiction House, January 2021, p. 273.
15. Rana Mehboob Akhtar, Sindh Gulal: Sumbara Se Shah Latif Tak, p. 41.
16. Rana Mehboob Akhtar, interview with the author, 15 October 2024, Emerson University, Multan, 12:30 p.m.
17. Farukh Durrani, “Shehar Ka Samaji Aur Saqafati Irtiqa,” in Multan: Tasawwuf, Adab-o-Saqafat Ke Aaine Mein, ed. Khalil Ahmad, pp. 274–275.
18. Shamim Arif Qureshi, Neel Katha, Multan: Jhok Publishers, 2008, p. 92.
19. Shamim Arif Qureshi, Neel Katha, p. 41.

20. Munawwar Aakash, Maqami Aadmi Ka Mauqif: Riffat Abbas Se Ek Mukalma, Lahore: Fiction House, December 2017, p. 38.
21. Shamim Arif Qureshi, Neel Katha, p. 44.
22. Muhammad Aslam Maitla, Multan Nama, p. 29.
23. Farukh Durrani, "Shehar Ka Samaji Aur Saqafati Irtiqa," in Multan: Tasawwuf, Adab-o-Saqafat Ke Aaine Mein, ed. Khalil Ahmad, p. 273.
24. Muhammad Aslam Maitla, Multan Nama, p. 313.
25. Ibid., p. 314.
26. Ibid., p. 197.
27. David Ross, The Land of the Five Rivers and Sindh, London, 1883, p. 83.
28. Arshad Multani, Kulliyat: Kho-e-Wafa-o-Mehr, comp. Sumaiya Wali Khan, supervised by Dr. Rubina Tareen and Dr. Mumtaz Kilani, Multan: Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, January 2006, p. 60.
29. Shamim Arif Qureshi, Neel Katha, p. 38.
30. Riffat Abbas, Ain Narangi Andar, p. 212.